غامدیت پر مکالمہ

موسیقی کے جواز کے دلائل اور سنت کی من گھڑت تعریف پر تنقیدی نظر

ابو عمر غلام مجتبیٰ مدنی

غامدیت پر مکالمہ

ٹرین سکھر اسٹیشن کا پلیٹ فارم چھوڑ چکی تھی آہستہ آہستہ رفتار بڑھ رہی تھی اور کراچی کی جانب رواں دواں تھی میرے ساتھ جو دو لڑکے بیٹھے تھے شاید کسی یونیورسٹی کے اسٹوڈنٹس تھے، ایک نے اپنے موبائل فون پر تیز آواز سے گانے لگائے ہوئے تھے،

میں نے سلام کیا

وعلیکم السلام

میں نے کہا بھائی اگر اس کی آواز کچھ کم کر دیں تو مہربانی ہو گی آپ کی، میں نے انتہائی نرم لہجے میں کہا،

اس نے گانا بالکل بند کر کے کہا کیا میں آپ کی مصروفیات جان سکتا ہوں؟ کافی نا مناسب سے انداز میں اس نے کہا

جی میں مدرسہ میں پڑھاتا ہوں۔

کیا پڑھاتے ہیں آپ؟ درس نظامی ،

اوہ اس کا مطلب آپ عالم ہیں؟

جی میں علماء کا خادم ہوں۔

آپ کے خیال میں گانا سننا یا گانا شرعاً کیسا ہے؟ اچانک اس طرح کے سوال پر میں تھوڑا حیران ہو گیا،

ظاہر سی بات ہے مروجہ گانا حرام ہے

اچھا یہی امید تھی آپ سے

کیا مطلب آپکا؟

کیا آپ نے جاوید احمد غامدی صاحب کو پڑھا یا سنا ہے؟ جی لیکن زیادہ نہیں،

اسی لیے تو آپ نے فوراً گانے کو حرام کر دیا، اگر میں آپ سے اس کے حرام ہونے کی دلیل کا مطالبہ کروں تو شاید آپ آئیں بائیں شائیں کرنے لگ جائیں،

میں نے مسکرا کر کہا اچھا تو غامدی صاحب نے آپ کو اس کے جواز کے دلائل سمجھائے ہونگے؟

جی بالکل اور اس کو ناجائز اور حرام کہنا آپ جیسے دقیانوس خیالات رکھنے والے مولوی حضرات ہی کا کام ہے، ورنہ تو صرف غامدی صاحب ہی نہیں سابق امام کعبہ شیخ عادل الکلبانی کا کہنا ہے کہ موسیقی کے آلات اور گانا حرام نہیں ہے۔ اسی طرح کینیڈا میں مقیم مسلم مبلغ اور اسلامک انفارمیشن اینڈ دعوی مرکز کے صدر ڈاکٹر شبیر علی کے مطابق، "قرآن میں موسیقی یا گانے کے حرام ہونے سے متعلق کوئی حکم موجود نہیں ہے جب کہ کسی مصدقہ حدیث میں بھی ایسے کسی حکم کی روایت نہیں ملتی" اس نے فاتحانہ انداز میں کہا

بھائی جان سابقہ یا حالیہ امام کعبہ کا صرف قول ہی حکم شریعت نہیں ہوتا، قران و حدیث ، اجماع یا پھر کم سے کم مجتہد کا قول بیان کرتے تو بات میں وزن ہوتا، دوسری

بات کہ اگر کسی کو قران یا مصدقہ حدیث میں حکم نہیں ملتا تو اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ حکم موجود ہی نہیں ہے، میں نے جان چھڑانے کے انداز میں کہا لیکن وہ لڑکا گلے پڑنے والا تھا

دلیل کی بات کرتے ہیں تو دیکھیں ابن ماجہ شریف کی حدیث ہے کہ حضرت عائشہ نے ایک لڑکی کی شادی کی جس کی انصار میں قرابت تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا کاش تم ان کے ساتھ کوئی گانے والا بھیجتیں۔انصار کے ہاں گانے کا رواج ہے۔

دیکھیں خود فرمان رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ گانے والا ہوتا جو گاتا، اس کی آواز کافی بلند ہو گئی،

میں نے ٹیبلیٹ نکالا اور ابن ماجہ کی حدیث سرچ کر کے دکھائی کہ یہ ہے مکمل حدیث مبارک

حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ قَالَ: أَنْبَأَنَا جَعْفَرُ بْنُ عَوْنٍ قَالَ: أَنْبَأَنَا الْأَجْلَحُ، عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: أَنْكَحَتْ عَائِشَةُ ذَاتَ قَرَابَةٍ لَهَا مِنَ الْأَنْصَارِ، فَجَاءَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: «أَهْدَيْتُمُ الْفَتَاةَ؟» قَالُوا: نَعَمْ، قَالَ: «أَرْسَلْتُمْ مَعَهَا مَنْ يُغَنِّي» ، قَالَتْ: لَا، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ الْأَنْصَارَ قَوْمٌ فِيهِمْ غَزَلٌ، فَلَوْ بَعَثْتُمْ مَعَهَا مَنْ يَقُولُ: أَتَيْنَاكُمْ أَتَيْنَاكُمْ فَحَيَّانَا وَحَيَّاكُمْ

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عبس سے روایت ہے کہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اپنی ایک رشتہ دار انصاری لڑکی کی شادی کی۔رسول اللہ ﷺ

تشریف لائے اور فرمایا: تم لوگوں نے لڑکی کو رخصت کر دیا؟ انہوں نے کہا: جی ہاں۔ فرمایا: کیا تم نے اس کے ساتھ کسی کو بھیجا ہے جو گیت گائے؟ ام المومنین نے کہا: جی نہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: انصار لوگ گیت وغیرہ پسند کرتے ہیں۔ (بہتر ہوتا) اگر تم اس کے ساتھ (کسی کو) بھیجتے جو کہتا: (اتیناکم اتیناکم، فحیانا وحیاکم) ہم تمہارے پاس آئے ہیں۔ ہم تمہارے پاس آئے ہیں۔ ہمیں بھی مبارک، تمہیں بھی مبارک۔

اسی لیے تو میں نے کہا تھا کہ موجودہ مروجہ گانا حرام ہے جو گانا غیر شرعی، فحش کلمات، جذبات کو ابھارنے والے الفاظ عورتوں کے حسن و اوصاف پر مشتمل نا ہو اور ایسے کلمات بغیر موسیقی کے آلات کے مزامیر کے بغیر گائے جائیں تو جائز ہو سکتا ہے اور اسی طرح کے کلمات اس حدیث میں موجود ہیں ہم تمہارے پاس آئے ہیں۔ ہم تمہارے پاس آئے ہیں ہمیں بھی مبارک، تمہیں بھی مبارک۔

علامہ ابو عبد اللہ قرطبی مالکی متوفی ٦٦٨ ھ فرماتے ہیں ایسا غناء جس سے دلوں میں تحریک پیدا ہوتی ہے، اس سے عشق میں جو لانی پیدا ہوتی ہے، اس قسم کے اشعار میں عورتوں کا اور ان کے حسن کا ذکر ہو اور ان کی خوبیوں کا بیان ہو اور شراب اور دیگر محرمات کا ذکر ہو تو اس کے حرام ہونے میں کوئی اختلاف نہیں ہے کیونکہ یہ لہو ہے اور مذموم غنا ہے۔

مروجہ غنا کی حرمت میں تو کسی کا اختلاف ہی نہیں ہے

اچھا ایک منٹ بیگ سے غامدی صاحب کی کتاب نکال کر دکھاتے ہوئے کہا ترمذی شریف کی حدیث ہے جو آپ کے مؤقف کے خلاف ہے،

حضور ﷺ ایک غزوے سے واپس آئے تو ایک حبشی عورت جس نے مزامیر کے ساتھ گانے کی منت مانی تھی، اس نے حضور ﷺ کی اجازت سے گایا۔(ترمذی)

دیکھیں موسیقی کے آلات سے گانے کی اجازت حدیث میں موجود ہے،

یہ حدیث تو آپ ناجائز ہونے کی دلیل دے رہے ہیں۔اس نے پوچھا وہ کیسے ؟

بھائی جان اس حدیث میں کہا گیا کہ اجازت سے گایا جب جائز تھا تو اجازت کس چیز کی مانگی ؟

اس کا دماغ چکرا گیا کہ اسی کی دلیل اسی کے خلاف کیسے ہو گئی ؟

تب میں نے کہا جناب دراصل یہ حدیث گانے کے عدم جواز کے ساتھ ساتھ اختیارات مصطفیٰ ﷺ کی دلیل ہے

ہے جیسا کہ حضرت خزیمہ رضی اللہ عنہ ایک کی شہادت دو شخصوں کے برابر قرار دینا، حضرت مولیٰ علی کرم اللہ وجہ الکریم کیلیے خاتونِ جنت کے نکاح میں ہوتے ہوئے دوسرا نکاح ناجائز قرار دینا یہ ان کی خصوصیات ہیں ،

اور یہ اس حدیث کے الفاظ سے ہی ظاہر ہو رہا ہے کیونکہ اگر مزامیر سے گانا جائز ہوتا تو اجازت کس چیز کی مانگی ؟ اجازت مانگنا ہی اس بات کی دلیل ہے کہ مزامیر سے گانا گانا ممنوع ہے اسی لیے تو مالک شریعت سے اس کی اجازت مانگی جا رہی ہے

دوسرا لڑکا کہنے لگا جناب خود آپ کے بزرگان دین کی کافی لمبی فہرست ہے جو جائز قرار دے رہے ہیں بلکہ وہ خود سنتے تھے، دیکھیں امام غزالی علیہ الرحمۃ، علامہ شوکانی علیہ الرحمہ، شیخ عبدالحق محدث دہلوی اسے جائز کہتے ہیں، اور بھی بیسیوں نام ہیں،

میں مسکرا کر کہنے لگا جناب امام غزالی علیہ الرحمہ اور دیگر علماء اہلسنت نے جو جائز قرار دیا ہے وہ مشروط جائز قرار دیا ہے جس کا خلاصہ اس طرح ہے

*گانے کے بول اسلامی تعلیمات اور آداب کے خلاف نہ ہوں

*اسلامی تہذیب کے منافی کوئی بات شامل نہ ہو

*شراب، زنا کی رغبت نہ پائی جاتی ہو

*ادائی کا طریقہ اسلامی آداب کے مطابق شائستہ ہو

*جذبات کو (منفی طور پہ) بھڑکانے والا اہتمام نہ ہو

*زندگی کے دوسرے اہم کام ضائع نہ ہوں

*انسان مسلسل اپنے قلب و ضمیر کو جھنجھوڑتا رہے اور جائزہ لیتا رہے کہ وہ ناجائز چیزوں کا مرتکب تو نہیں ہو رہا

ان شرائط پر پورا اترنے والے گانے کو جائز قرار دیا ہے،

آپ ہی بتائیں آج کل کے گانے کیا ان شرائط پر پورا اترتے ہیں؟ آپ نے صرف غامدی صاحب کو سنا ہے اصل کتاب نہیں دیکھی، اسی طرح اور جو بھی غامدی یا ان کے ہمنواؤں نے موسیقی کے جواز پر جو آحادیث محمول کرنے کی سعی غیر جمیل کی ہے حقیقت میں وہ انہی شرائط کے مطابق کے نغمات کی آحادیث ہیں جیساکہ

حضرت براء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) غزوہ خندق کے دن مٹی کھود رہے تھے حتیٰ کہ آپ کے پیٹ پر خاک لگ گئی تھی اور آپ یہ منظوم کلام پڑھ رہے تھے :

واللہ لو لا اللہ ما اھتدینا ولاتصدقنا ولا صلینا

اللہ کی قسم اگر اللہ ہدایت نہ دیتا تو ہم ہدایت نہ پاتے اور نہ ہم صدقہ دیتے اور نہ نماز پڑھتے

فانزلن سکینۃ علینا وثبت الاقدام ان لاقینا

پس تو ہم پر طمانیت نازل فرما اور دشمن کے مقابلہ کے وقت ہم کو ثابت قدم رکھ

ان الا ولی قد بغوا علینا ان اوردو افتنۃ بینا ابینا

بے شک پہلوں نے ہمارے خلاف بغاوت کی اگر وہ ہم کو فتنہ میں ڈالنے کا ارادہ کریں گے تو ہم انکار کریں گے

اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ابینا ابینا کا تکرار کرتے اور اس پر آواز کو بلند فرماتے۔

اسی مفھوم پر علامہ شوکانی کی عبارت مشتمل ہے جس کا حوالہ آپ نے دیا تھا میں نے پھر ٹیبلٹ سے کتاب نکال کر عبارت دکھائی

نیل الاوطار (٦/ ١٠٦) "باب الدف واللھو" میں لکھتے ہیں:

"وفي ذلك (أي في حديث فصل ما بين الحلال والحرام الدف والصوت في النكاح) دليل على أنه يجوز في النكاح ضرب الأدفاف ورفع الأصوات بشيء من الكلام نحو أتيناكم أتيناكم ونحوه لا بالأغاني المهيجة للشرور المشتملة على وصف الجمال والفجور ومعاقرة الخمور ،فإن ذلك يحرم في النكاح كما يحرم في غيره ،وكذلك سائر الملاهي المحرم

یعنی اس حدیث میں کہ حلال نکاح و حرام نکاح میں دف اور صوت کا فرق ہے، اس بات کی دلیل ہے کہ نکاح میں دف بجانا اور آواز بلند کرنا ایسے کلام کے ساتھ جائز ہے جو "أتيناكم أتيناكم" کے مثل ہو، نہ ایسا گیت گانا جو برائیوں کو ہیجان میں لانے والا ہو،یعنی جو بیانِ حسن و جمال اور فجور و شراب نوشی پر مشتمل ہو،اس واسطے کہ ایسا گیت نکاح میں بھی حرام ہے اور غیرِ نکاح میں بھی،اسی طرح تمام حرام کردہ موسیقی کے آلات نکاح میں بھی حرام ہیں اور غیر نکاح میں بھی حرام ہیں۔*

اور یہی بات شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے کہی ہے،

اب دونوں لڑکے کافی ذہنی انتشار کا شکار ہوگئے تھے،

یہ جو انہوں نے حرام کہا ہے یہ اتنا آسان ہے کیا کسی بھی چیز کو حرام کہہ دو بغیر دلیل کے حالانکہ ڈاکٹر ذاکر نائیک نے آن ایئر کہا تھا کہ میوزک کی حرمت قران میں صراحت کے ساتھ نہیں ہے نا ہی کسی صحیح حدیث میں،

میں نے کہا جناب میں نے پہلے بھی کہا کہ اگر کوئی یہ کہتا ہے کہ مجھے قرآن میں اس کا حکم نہیں ملا تو اس کا ہر گز یہ مطلب نہیں کہ قرآن میں ہے ہی نہیں۔دیکھیں - سورۃ نمبر 17 الاِسراء آیت نمبر 64 کا جز ہے جس میں ابلیس سے اللہ پاک نے فرمایا

وَاسۡتَفۡزِزۡ مَنِ اسۡتَطَعۡتَ مِنۡهُمۡ بِصَوۡتِكَ

القرآن - سورۃ نمبر 17 الاِسراء آیت نمبر 64

ترجمہ: تو ان میں سے جن کو اپنی آواز کے ساتھ پھسلا سکتا ہے پھسلا دے۔

امام مجاھد فرماتے ہیں صَوتِک سے مراد نغمہ اور آلاتِ موسیقی ہیں، دیکھیں اس آیت میں نغمہ کو شیطان کی آواز کہا گیا ہے،

اسی طرح سورہ لقمان آیت 6 میں فرمان ہے

وَمِنَ النَّاسِ مَنۡ يَّشۡتَرِىۡ لَهۡوَ الۡحَدِيۡثِ لِيُضِلَّ عَنۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ بِغَيۡرِ عِلۡمٍ ‌ۖ وَّيَتَّخِذَهَا هُزُوًا ‌ؕ اُولٰٓئِكَ لَهُمۡ عَذَابٌ مُّهِيۡنٌ ﴿۶﴾

ترجمہ: اور لوگوں میں سے جو شخص بیہودہ باتیں خریدتا ہے تاکہ بے اللہ کی راہ سے گمراہ کرے اور اس کا مذاق اڑائے ایسے ہی لوگوں کو ذلیل کرنے والا عذاب ہوگا

اس آیت کی تفسیر میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں قسم اللہ کی اس سے مراد گانا اور راگ ہے۔ایک اور جگہ ہے کہ آپ سے اس آیت کا مطلب پوچھا گیا تو آپ نے تین دفعہ قسم کھاکر فرمایا کہ اس سے مقصد گانا اور راگ اور راگنیاں ہیں۔یہی قول حضرت ابن عباس، جابر، عکرمہ، سعید بن جبیر، مجاہد مکحول، عمرو

بن شعیب، کا ہے۔امام حسن بصری فرماتے ہیں کہ یہ آیت گانے بجانے باجوں گاجوں کے بارے میں اتری ہے۔حضرت قتادۃ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد صرف وہی نہیں جو اس لہو ولعب میں پیسے خرچ یہاں مراد خرید سے اسے محبوب رکھنا اور پسند کرنا ہے۔انسان کو یہی گمراہی کافی ہے کہ لغو بات خریدنے سے مراد گانے والی لونڈیوں کی خریداری ہے چناچہ ابن ابی حاتم وغیرہ میں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا فرمان ہے کہ گانے والیوں کی خرید و فروخت حلال نہیں اور ان کی قیمت کا کھانا حرام ہے انہی کے بارے میں یہ آیت اتری ہے۔

میرے بھائی جب کسی عمل پر عذاب کی وعید سنائی جائے تو وہ وعید اس عمل کی حرمت کیلیے کافی ہے، آپ بتائیں کہ کونسے گانے پر دردناک عذاب کی سزا بیان فرمائی ؟

دونوں پر بالکل سکتہ طاری تھا، میں نے ان لوگوں کی روشن خیالی کے تابوت میں آخری کیل ٹھوکتے ہوئے بخاری شریف سے حدیث پیش کر دی

قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو عَامِرٍ أَوْ أَبُو مَالِكٍ الْأَشْعَرِيُّ، وَاللَّهِ مَا كَذَبَنِي: سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: لَيَكُونَنَّ مِنْ أُمَّتِي أَقْوَامٌ، يَسْتَحِلُّونَ الحِرَ وَالحَرِيرَ، وَالخَمْرَ وَالمَعَازِفَ، وَلَيَنْزِلَنَّ أَقْوَامٌ إِلَى جَنْبِ عَلَمٍ، يَرُوحُ عَلَيْهِمْ بِسَارِحَةٍ لَهُمْ، يَأْتِيهِمْ يَعْنِي الفَقِيرَ لِحَاجَةٍ فَيَقُولُونَ: ارْجِعْ إِلَيْنَا غَدًا، فَيُبَيِّتُهُمُ اللَّهُ، وَيَضَعُ العَلَمَ، وَيَمْسَخُ آخَرِينَ قِرَدَةً وَخَنَازِيرَ إِلَى يَوْمِ القِيَامَةِ

ترجمہ: فرمایا مجھ سے ابو عامر رضی اللہ عنہ یا ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا اللہ کی قسم انہوں نے جھوٹ نہیں بیان کیا کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت میں ایسے لوگ پیدا ہوجائیں گے جو زنا کاری ، ریشم کا پہننا ، شراب پینا اور گانے بجانے کو حلال بنالیں گے اور کچھ متکبر قسم کے لوگ پہاڑ کی چوٹی پر چلے جائیں گے۔ چرواہے ان کے مویشی صبح وشام لائیں گے اور لے جائیں گے۔ ان کے پاس ایک فقیر آدمی اپنی ضرورت لے کر جائے گا تو وہ ٹالنے کے لیے اس سے کہیں گے کہ کل آنا لیکن اللہ تعالیٰ رات کو ان کو (ان کی سرکشی کی وجہ سے) ہلاک کردے گا پہاڑ کو (ان پر) گرادے گا اور ان میں سے بہت سوں کو قیامت تک کے لیے بندر اور سور کی صورتوں میں مسخ کردے گا۔

دیکھیں اس حدیث میں گانے بجانے کی حرمت کی دلیل دو وجہ سے پائی جاتی ہے

پہلی وجہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان: " وہ حلال کر لینگے "

یہ اس بات کی صراحت ہے کہ یہ مذکور اشیاء شریعت میں حرام ہیں، تو یہ لوگ انہیں حلال کر لینگے، اور ان مذکورہ اشیاء میں معازف یعنی گانے بجانے کے آلات بھی شامل ہیں، جو کہ شرعا حرام ہیں جنہیں یہ لوگ حلال کر لینگے.

دوم: ان گانے بجانے والی اشیاء کو ان اشیاء کے ساتھ ملا کر ذکر کیا ہے جن کی حرمت قطعی طور پر ثابت ہے، اور اگر یہ حرام نہ ہوتی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اسے ان

حرام اشیاء کے ساتھ ملا کر ذکر نہ کرتے "بس وہ شکست خوردہ ہو کر یا متحیر ہو کر میرا منہ تک رہے تھے

ٹرین نواب شاہ اسٹیشن پہنچ چکی تھی وہ دونوں نیچے اتر کر اسٹالز کی طرف بڑھ گئے۔ .

ٹرین اپنی مخصوص رفتار سے چھک چھک کرتی ہوئے جانبِ حیدرآباد رواں دواں تھی مجھے ایسے لگ رہا تھا کہ میری باتیں ان پر بہت زیادہ اثر کر چکی ہیں شاید اسی لیے اب وہ مجھ سے مزید گفتگو کرنے سے گریز کر رہے تھے تقریباً 5 منٹ بعد ہی چائے والا آیا تو میں نے تین کپ چائے منگوا کر ان دونوں کو بھی دی اور پھر خود ہی گفتگو کا آغاز بھی کیا،

اسلام میں لفظِ سنت کی اہمیت و افادیت کے بارے میں آپ کیا جانتے ہیں غامدی صاحب سنت کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

انہوں نے جب دیکھا کہ گفتگو کا پہلو تبدیل ہوا ہے تو وہ شاملِ گفتگو ہوگئے اور غامدی صاحب کی کتاب اپنے موبائل میں نکال کر کہا کہ دیکھیں قرآن پاک میں ہے

ثُمَّ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ اَنِ اتَّبِعْ مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ؕ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ)

پھر ہم نے تمھیں وحی کی کہ ملت ابراہیم کی پیروی کرو جو بالکل یک سو تھا اور مشرکوں میں سے نہیں تھا۔"

اس ذریعے سے جو دین ہمیں ملا ہے ،وہ یہ ہے:

۱۔اللہ کا نام لے کر اور دائیں ہاتھ سے کھانا پینا۔ ۲۔ملاقات کے موقع پر 'السلام علیکم' اور اس کا جواب۔ ۳۔چھینک آنے پر 'الحمد للہ' اور اس کے جواب میں 'یرحمک اللہ'۔

۴۔نومولود کے دائیں کان میں اذان اور بائیں میں اقامت۔۵۔مونچھیں پست رکھنا۔۶۔ زیر ناف کے بال مونڈنا۔۷۔بغل کے بال صاف کرنا۔۸۔لڑکوں کا ختنہ کرنا۔۹۔بڑھے ہوئے ناخن کاٹنا۔۱۰۔ناک ،منہ اور دانتوں کی صفائی۔۱۱۔استنجا۔ ۱۲۔حیض و نفاس میں زن و شو کے تعلق سے اجتناب۔۱۳۔حیض و نفاس کے بعد غسل۔۱۴۔غسل جنابت۔ ۱۵۔میت کا غسل۔ ۱۶۔تجہیز و تکفین۔ ۱۷۔تدفین۔ ۱۸۔عید الفطر۔ ۱۹۔عید الاضحی۔ ۲۰۔اللہ کا نام لے کر جانوروں کا تذکیہ۔ ۲۱۔نکاح و طلاق اور ان کے متعلقات۔ ۲۲۔زکوٰۃ اور اس کے متعلقات۔ ۲۳۔نماز اور اس کے متعلقات۔ ۲۴۔روزہ اور صدقہ فطر۔۲۵۔اعتکاف۔۲۶۔قربانی۔۲۷۔حج وعمرہ اور ان کے متعلقات۔

پھر کتاب میزان میں جو غامدی صاحب نے سنت کی تعریف کی وہ بھی دکھا دی کہ "سنت سے ہماری مراد دین ابراہیمی کی وہ روایت ہے جسے نبی ﷺ نے اس کی تجدید و اصلاح کے بعد اور اس میں بعض اضافوں کے ساتھ اپنے ماننے والوں میں دین کی حیثیت سے جاری فرمایا ہے۔

کیونکہ مجھے معلوم تھا کہ غامدی صاحب نے کس طرح اپنی طرف سے سنت کی تعریف گھڑ کے احادیث کی حجت اور دلیلِ شرعی ہونے کو مشکوک بنا دیا ہے اس لیے ان کی تفصیلی گفتگو تحمل سے سنتا رہا اور وہ دل ہی دل میں پھولے نہیں سما رہے تھے کہ مولوی نے یہ موضوعِ گفتگو چُن کر ہمارے لیے آسانی کر دی، بہرکیف جب ان لوگوں کی

گفتگو مکمل ہوئی تو میں نے پوچھا کہ اس کا مطلب کہ سنت صرف دین ابراہیمی کی روایات ہی ہیں جن کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے رائج فرمایا؟

جی ایسا ہی ہے۔

دوست اس سے پہلے کہ میں سنت کی اس تعریف پر اعتراض کروں اور اس کی وجہ سے جن ضروریاتِ دین کا انکار لازم آتا ہے ان کی نشاندہی کروں کیا آپ مجھے یہ بتانا پسند کریں گے کہ غامدی صاحب نے جو یہ ستائیس سنتیں بیان کی ہیں ان سب کو کسی بھی کتاب یا بیان میں میں دین ابراہیمی تک صحیح روایات سے ثابت کیا ہے یا نہیں ؟

ان کا جواب نفی ہی میں تھا۔

مزید کہا کہ غامدی صاحب کیلیے فقط ان ستائیس سنتوں کا صحیح روایات سے حضرت ابراہیم علیہ السلام تک ثبوت نہیں بلکہ یا تو صحابہ کرام کے اجماع اور تواتر سے ثابت کرنا ضروری ہے جیسا کہ و ہ خود اپنی کتاب میزان میں کہتے ہیں کہ میں نے ٹیبلیٹ میں کتاب کھولی صفحہ نمبر دس غامدی صاحب لکھتے ہیں کہ

سنت یہی ہے اور اس کے بارے میں یہ بالکل قطعی ہے کہ ثبوت کے اعتبار سے اس میں اور قرآن مجید میں کوئی فرق نہیں ہے۔وہ جس طرح صحابہ کے اجماع اور قولی تواتر سے ملا ہے،یہ اسی طرح ان کے اجماع اور عملی تواتر سے ملی ہے اور قرآ ن ہی کی طرح ہر دور میں امت کے اجماع سے ثابت قرار پائی ہے، لہٰذا اس کے بارے میں

اب کسی بحث و نزاع کے لیے کوئی گنجایش نہیں ہے۔دین لاریب، انھی دو صورتوں میں ہے۔ان کے علاوہ کوئی چیز دین ہے اور نہ اسے دین قرار دیا جا سکتا ہے۔"

جنابِ من دیکھ لیا آپ نے کہ جو چیز یا تو اجماعِ صحابہ سے تا متواتراً صحابہ سے منقول ہوتب وہ سنت بنے گی اس کا مطلب ہے کہ یا

غامدی صاحب کے نزدیک یہ ستائیس افعال یا تو اجماع صحابہ کرام علیہم الرضوان سے ثابت ہیں یا پھر کم سے کم متواترا نقل ہیں۔اگر ایسا ہے تو کسی کتاب میں انہوں نے ان کا اجماع یا تواتر بیان کیا ہے ؟

کہنے لگے میری معلومات میں نہیں ہے

اجماع اور متواتر کا مطلب آپ کو پتا ہی ہو گا ؟

اجماع کا مطلب تمام کے تمام صحابہ کا اتفاق ثابت کرنا،

اور تواتر کا مطلب ہر زمانے میں اتنے کثیر افراد بیان کرنے والے ہوں کہ ان کا سب کا جھوٹ بولنا ناممکن ہو۔

تو اب ان ستائیس میں سے ہر ایک سنت کو اجماع یا تواتر سے نا کبھی غامدی صاحب نے ثابت ہے اور نا کبھی ثابت کر سکتے ہیں!

مزید میں نے کہا کہ دوسری بات کہ جب سنت کا ثبوت اجماعِ صحابہ یا متواتر طریقے سے ہونا چاہیے تو جو سنت کی تعریف ہے وہ تو بدرجہ اولیٰ و اتم اجماع صحابہ اور تواتر سے ہونی چاہیے کیا غامد صاحب یہ تعریف تمام کے تمام صحابہ سے ثابت کر پائینگے؟

میرے دوست سنت کی تعریف میں جو آیت غامدی صاحب نے پیش کی ہے اس کا صاف اور سیدھا مطلب نکلتا ہے کہ سنت وہی ہے جو اللہ پاک نے اپنے حبیب کی طرف ملتِ ابراہیمی میں سے وحی کی،

چلیں تمام نا سہی کم سے کم ہر زمانے میں اتنے کثیر افراد سے ثابت کر دیں کہ جن کا جھوٹ پر متفق ہونا محال ہو!

ان دونوں کو جیسے ایک بار پھر سکتہ طاری ہوگیا ہو۔

مجھے بتائیں کہ کیا یہ ستائیس سنن جو غامدی صاحب نے پیش کی ہیں، کیا وہ تمام کی تمام وحی الہی سے ثابت کر پائینگے؟ ؟

یا وہ اس بات کا اقرار کرتے ہیں کہ یہ ستائیس سنتیں وحی سے ثابت نہیں ہیں؟

ٹرین حیدرآباد اسٹیشن کے قریب پہنچ چکی تھی وہسل بج رہا تھا اور اس کے ساتھ ہی ان دونوں کے دل میں بھی ان کے گمان کے مطابق خطرے کی گھنٹیاں بج رہی تھی،

اسٹیشن پر ٹرین رکی تو میں نے پھر کہا کہ نماز پڑھ کر آتا ہوں اسی تعریف کی خطرناکیاں عرض کرتا ہوں،

نماز ادا کرنے کے بعد جب میں واپس اپنی برتھ پر پہنچا تو وہ دونوں غامدی صاحب ہی کا تذکرہ کر رہے تھے لیکن مجھے دیکھ کر خاموش ہوگئے، ٹرین حیدرآباد سے روانا ہوچکی تھی آہستا آہستا رفتار بڑھ رہی تھی ساتھ ساتھ ٹرین کے چلنے کی مخصوص آواز میں بھی اضافہ ہوتا جا رہا تھا،

میں نے اپنی بات کا تسلسل برقرار رکھنے کیلیے وہیں سے کلام شروع کیا کہ

مجھے بتائیں کہ اگر کسی بھی مسلمان سے سوال کیا جائے کہ اسلام میں سنت سے مراد کیا ہے؟

تو وہ کیا جواب دے گا؟ سنتِ محمّدیہ یا سنتِ ابراہیمی؟

ان کو مجبوراً ہی سہی کہنا پڑا کہ

سنتِ محمدیہ ﷺ

میں نے جواباً کہا بالکل اس کا مطلب ہے کہ اسلام میں لفظ سنت تمام مسلمانوں کے نزدیک ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قول فعل اور تقریر پر بولا جاتا ہے جیساکہ اہلسنت کی تمام کتب میں سنت کی تعریف منقول ہے

(قارئین کیلیے تقریر کی تعریف پیش کرنا ضروری ہے تقریر کا مطلب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کوئی عمل کیا جائے تو اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نا روکیں نا منع کریں بلکہ اس پر دلالۃً رضامندی ثابت ہو)

مَا صَدَرَ عَنِ النَّبِيِّ عَلَيْهِ السَّلَامُ غَيْرُ الْقُرْآنِ مِنْ قَوْلٍ أَوْ فِعْلٍ أَوْ تَقْرِيرٍ

(التفتازاني، شرح التلويح على التوضيح)

جو نبی اکرم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن کے علاوہ قول، فعل یا تقریر ثابت ہو اسے سنت کہا جاتا ہے،

لہذا یہی واضح ہے کہ سنت سے مراد سنت محمدی ﷺ ہے نا کہ سنتِ ابراہیمی،

رہی بات غامدی صاحب کی پیش کردہ آیت تو اس سے میں ملتِ ابراہیمی سے مراد دین کی اساسی تعلیمات مراد ہیں یعنی اللہ تعالیٰ کی ذات میں کسی کو شریک نا کرنا (توحید) اور اللہ پاک کا حد درجے کا مطیع و فرمانبردار رہنا

کیونکہ قرآن میں متعدد مقامات پر ملتِ ابراہیم کا لفظ آیا ہے ملتِ ابراہیم کا مفہوم ہی یہی بیان ہوا کہ شرک سے پاک ملت ہے آپ اسی آیت کو دیکھیں کہ آخر میں ملة ابراہیم کی وضاحت کیا فرمائی ہے ؟

سورت النحل

ثُمَّ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ اَنِ اتَّبِعْ مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ؕ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۞

ترجمہ: پھر ہم نے آپ کی طرف یہ وحی کی کہ آپ ملت ابراہیم کی پیروی کریں جو باطل سے دور تھے اور وہ مشرکین میں سے نہ تھے۔

اسی طرح سورہ انعام میں فرمایا سورة الأنعام آیت نمبر 161

قُلْ اِنَّنِیْ هَدٰىنِیْ رَبِّیْۤ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ۚ۬ دِیْنًا قِیَمًا مِّلَّةَ اِبْرٰهِیْمَ حَنِیْفًا ۚ وَ مَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ ۝

ترجمہ: آپ کہیے بیشک میرے رب نے مجھے صراط مستقیم کی ہدایت فرمائی ہے، مستحکم دین، ملت ابراہیم ہر باطل سے ممتاز، اور وہ مشرکوں میں سے نہ تھے۔

اسی طرح سورہ آل عمران میں فرمایا

سورۃ آل عمران آیت نمبر 95

قُلْ صَدَقَ اللّٰهُ ۫ فَاتَّبِعُوْا مِلَّةَ اِبْرٰهِیْمَ حَنِیْفًا ؕ وَ مَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ ۝

ترجمہ: آپ کہیے کہ اللہ نے سچ فرمایا تم ابراہیم کی ملت کی پیروی کرو جو باطل کو چھوڑ کر حق کی طرف رجوع کرنے والے تھے اور وہ مشرکین میں سے نہ تھے

لہذا یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہوگئی کہ نا تو اصطلاح میں ملتِ ابراہیم سے مراد سنتِ ابراہیم مراد ہے اور نا ہی عرف میں سنت سے مراد سنتِ ابراہیم ہے

مجھے آپ یہ بتائیے کہ سنت کا تصور و تعریف جو غامدی صاحب نے بیان کی ہے وہ تعریف کسی اور نے بھی بیان کی ہے یا یہ غامدی صاحب کے ذہن کی اختراع ہے؟

جواب دیتے ہوئے کہا کہ آیت سے استدلال ہے ان کے ذہن کا اختراع نہیں

میں نے کہا اگر کل کو کوئی استدلال کرتے ہوئے یہ کہے کہ 'سنت سے میری مراد دین آدم کی وہ روایت ہے...' تو یہ بھی جائز ہو گا اور کوئی دوسرا یہ کہے کہ ' سنت سے میری مراددین

موسوی کی وہ روایت ہے... ' تو یہ بھی جائز ہو گا۔اس طرح ہر آدمی سنت کا اپنا مفہوم لے کر بیٹھا ہو گا۔

اس کا مطلب بالکل واضح کہ جو تعریف سنت کی ہمارے اسلاف بیان کر چکے ہیں اور وہی تعریف ہمارے عرف میں رائج بھی ہے تو تبدیل کر نے کی اجازت ہونی ہی نہیں چاہیے بالخصوص کہ جب وہ اصطلاح ماخذِ دین ہو اور دین کی بنیاد ہی سنت اور حدیث پر ہے

جب میں نے دیکھا کہ ان کی خوش فہمی دھویں کی طرح اڑے جا رہی ہے اور وہ ٹکٹکی باندھی مجھے ایسے دیکھ رہے جیسے اور ان کی زبان گُنگ ہو گئی ہو

صرف اتنا نہیں کہ غامدی صاحب کا استدلال ہی غلط ہے بلکہ اس سے بے انتہا خرابیاں لازم آتی ہیں

پہلی بات تو آپ یہ سمجھ لیں کہ سنت اور حدیث میں حقیقت میں فرق نہیں کیونکہ اصولیین کے نزدیک

وتطلق سنته صلى الله عليه على الأحاديث المروية عنه صلى الله عليه وسلم،

یعنی آپ ﷺ کی سنت کا اطلاق ان احادیث پر ہوتا ہے جو آپ ﷺ سے مروی ہیں سنت اور حدیث ایک ہی معنٰی پر بولے جاتے ہیں، وہ اسطرح کہ سنت اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال ' افعال ' تقریرات کا نام ہے۔جبکہ ان تینوں چیزوں کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم 'کی طرف نسبت حدیث کہلاتی ہے۔یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی قول ' فعل' تقریر یا صفت کو جب کوئی صحابی رضی اللہ عنہ اللہ رسول کی

طرف منسوب کرتا ہے تو صحابی رضی اللہ عنہ کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اس نسبت کو حدیث کہتے ہیں۔سنت اگر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال ' افعال ' تقریرات اور اوصاف کا نام ہے تو حدیث اس کی روایت کا نام ہے۔

اب دیکھیں اگر سنتیں فقط ستائیس بقول غامدی صاحب کے تو باقی سنتوں اور احادیث کا کیا کریں گے ؟

جبکہ آئمہ محدثین کو لاکھوں آحادیث صحیح اسناد کے ساتھ بیان کر رہے ہیں جن سے شریعت کے ہزواروں مسائل اخذ کیے جاتے ہیں اس سے تو شریعت کا اصل ماخذ کا ہی باب مسدود ہوجائے گا احادیث کے اسی ذخیرے سے سنت کا تعین اور انتخاب ہوتا ہے، اس لیے دین میں سنت کے حجت ہونے کے ساتھ ساتھ اس کے ماخذ کی حیثیت سے حدیث نبوی بھی حجت کا درجہ رکھتی ہے

دوسری تباہ کن بات یہ بھی ہے کہ غامدی صاحب کے نزدیک سنت فقط روایاتِ ابراہیمی کو باقی رکھنے اور خبر دینے کی حد تک سنت کا کردار ہے جبکہ در حقیقت سنت انشا کے درجے میں بہت سے نئے احکام اور قوانین کا اضافہ اور ثبوت بھی کرتی ہے،

اسی طرح جمہور امت کے نزدیک حدیث و سنت صرف عمل کا فائدہ نہیں دیتی، بلکہ وہ علم کا ماخذ بھی ہے اور ہر دور میں علمائے امت نے حدیث و سنت کے ذخیرے سے عمل میں راہ نمائی حاصل کرنے کے ساتھ ساتھ اس سے "علم" کے باب میں بھی استفادہ کیا ہے۔مثلاً عقیدہ کا تعلق خالصتاً "علم" سے ہے اور جمہور امت کے نزدیک جو

باتیں عقائد و ایمانیات میں شامل ہیں، ان کی بنیاد صرف قرآن کریم پر ہی نہیں ہے، بلکہ حدیث و سنت کو بھی ایمانیات و عقائد کے تعین اور تعبیر و تشریح دونوں حوالوں سے ماخذ کی حیثیت حاصل ہے۔اور جس طرح قرآن کریم کے ارشادات ہمارے عقیدہ و ایمان کا حصہ بنتے ہیں، اسی طرح جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمودات بھی ایمان و عقیدہ کی بنیاد اور اساس ہیں

عقیدے کے تعین اور تعبیر کیلیے زمانۂ صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم میں ہی سنت کی طرف رجوع کرتے تھے اس حوالے سے امام مسلم کی روایات پیش کرتا ہوں

امام مسلم نے ”صحیح مسلم“ کی ایک روایت میں یہ واقعہ نقل کیا ہے کہ یحییٰ بن یعمر علیہ الرحمہ نے، جو تابعین میں سے ہیں، بیان کیا کہ جب بصرہ میں معبد جہنی نے تقدیر کے انکار کی بات کی تو میں اور حمید بن عبد الرحمن حج یا عمرہ کے لیے روانہ ہوئے اور ہم نے آپس میں مشورہ کیا کہ ہمیں صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین میں سے کسی بزرگ کی زیارت نصیب ہو گئی تو ہم ان سے معبد جہنی کے اس عقیدے کے بارے میں دریافت کریں گے۔ہمیں اس سفر میں حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی زیارت کا شرف حاصل ہو گیا۔ہم نے ان سے عرض کیا کہ ہمارے علاقے میں کچھ لوگ ہیں جو قرآن کریم بھی پڑھتے ہیں اور علم کی باتیں بھی خوب کرتے ہیں، لیکن اس کے ساتھ یہ بھی کہتے ہیں کہ تقدیر کوئی چیز نہیں ہے اور دنیا میں جو کام بھی ہوتا

ہے، نئے سرے سے ہوتا ہے (یعنی پہلے سے اس کے بارے میں کچھ لکھا ہوا نہیں ہے)۔ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ نے اس کے جواب میں فرمایا

قَالَ: «فَإِذَا لَقِيتَ أُولَئِكَ فَأَخْبِرْهُمْ أَنِّي بَرِيءٌ مِنْهُمْ، وَأَنَّهُمْ بُرَآءُ مِنِّي»، وَالَّذِي يَحْلِفُ بِهِ عَبْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ «لَوْ أَنَّ لِأَحَدِهِمْ مِثْلَ أُحُدٍ ذَهَبًا، فَأَنْفَقَهُ مَا قَبِلَ اللهُ مِنْهُ حَتَّى يُؤْمِنَ بِالْقَدَرِ»

کہ جب تم واپس جاکر ایسے لوگوں سے ملو تو انھیں میری طرف سے کہہ دو کہ میں ان سے براءت کا اعلان کرتا ہوں اور وہ مجھ سے بری ہیں اور وہ جب تک تقدیر پر ایمان نہیں لائیں گے، اگر احد پہاڑ جتنا سونا بھی اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کر دیں تو ان سے وہ ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا۔اس کے بعد حضرت عبد اللہ بن عمرؓ نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک طویل حدیث سنائی جس میں ایمانیات کا ذکر کرتے ہوئے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ وتؤمن بالقدر خیرہ و شرہ۔ تم تقدیر پر بھی ایمان لاؤ کہ خیر اور شر سب کچھ اللہ تعالیٰ کے علم کے مطابق ہوتا ہے۔

اسی طرح دوسرا واقعہ بھی امام مسلم نے کتاب الایمان میں ذکر کیا ہے، اس میں ایک اور تابعی بزرگ حضرت یزید الفقیر فرماتے ہیں کہ میں خوارج کے اس عقیدہ سے متاثر تھا کہ جو شخص ایک بار جہنم میں چلا گیا، وہ وہاں سے کبھی نہیں نکلے گا اور شفاعت کوئی چیز نہیں ہے، مگر مجھے ایک مرتبہ بہت سے دوستوں کے ساتھ حج کے لیے جانے کا

موقع ملا تو مدینہ منورہ میں حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما کو مسجد نبوی میں دیکھا کہ وہ ایک ستون کے ساتھ ٹیک لگائے لوگوں کو وعظ فرما رہے تھے۔انھوں نے اپنی گفتگو میں کچھ لوگوں کے جہنم سے نکل کر جنت میں جانے کا ذکر کیا تو میں نے سوال کر دیا کہ حضرت! قرآن کریم تو کہتا ہے کہ ربنا انک من تدخل النار فقد اخزیتہ۔ اے اللہ، جس کو تو نے جہنم میں داخل کیا تو اسے رسوا کر دیا۔اور قرآن کریم میں ہے کہ کلما ارادوا ان یخرجوا منہا اعیدوا فیہا، جہنم سے جب بھی لوگ نکلنے کا ارادہ کریں گے تو اسی میں لوٹا دیے جائیں گے۔ تو اس کے بعد آپ حضرات یہ کیا کہہ رہے ہیں کہ شفاعت ہوگی اور کچھ لوگوں کو جہنم میں سے نکالا جائے گا؟ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کے جواب میں فرمایا

قَالَ: «فَهَلْ سَمِعْتَ بِمَقَامِ مُحَمَّدٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَعْنِي الَّذِي يَبْعَثُهُ اللهُ فِيهِ ؟» قُلْتُ: نَعَمْ، قَالَ: «فَإِنَّهُ مَقَامُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَحْمُودُ الَّذِي يُخْرِجُ اللهُ بِهِ مَنْ يُخْرِجُ»،

کہ کیا تم نے قرآن کریم پڑھا ہے؟ میں نے اثبات میں جواب دیا تو فرمایا کہ کیا اس میں جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے "مقام محمود" کا تذکرہ بھی پڑھا ہے؟ میں نے عرض کیا کہ ہاں پڑھا ہے تو اس پر حضرت جابر بن عبد اللہ نے ایک طویل حدیث سنائی جس میں جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ قیامت کے دن

"مقام محمود" میں کھڑے ہو کر شفاعت کریں گے اور ان کی شفاعت پر بے شمار لوگوں کو جہنم سے نکال کر جنت میں داخل کیا جائے گا، جبکہ وہ آگ میں جل کر کوئلہ ہو چکے ہوں گے۔یزید الفقیر فرماتے ہیں کہ حضرت جابر سے یہ حدیث سن کر ہم نے آپس میں گفتگو کی اور ایک دوسرے سے کہا کہ تمہارے لیے بربادی ہو، کیا یہ بزرگ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے جھوٹ بول رہے ہیں؟ چنانچہ ایک شخص کے سوا ہم سب رفقاء نے اپنے سابقہ عقیدے سے رجوع کر لیا۔

ان دونوں واقعات پر غور کریں کہ عقیدے کے سوال کے جواب میں صحابہ کرام نے کیا فرمایا؟

ہو سکے تو صحیح مسلم میں انھیں براہ راست بھی دیکھ لیجیے، ان میں عقیدہ کی بات ہے۔ اور ایک واقعہ میں تو اشکال کے لیے قرآن کریم کی دو آیات کا حوالہ دیا گیا ہے، عقیدہ کی وضاحت کے لیے صحابہ کرام سے رجوع کیا گیا ہے، دونوں بزرگوں یعنی حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عقیدہ کی وضاحت کے لیے حدیث نبوی پیش کی ہے، اور پوچھنے والوں نے اسے کافی سمجھتے ہوئے اپنے عقیدہ کو درست کر لیا ہے۔

اتنی تفصیل کے بعد ہر ذی شعور سمجھ سکتا ہے کہ سنت اور حدیث کے اتنے وسیع اور اساسی ماخذِ دین کو فقط ستائیس سنن تک محدود رکھنا یقینا دین کے سمجھنے اور سمجھانے کے ساتھ بہت بڑی نا انصافی ہوگی جو کہ درحقیقت منکرینِ حدیث کی سوچی سمجھی سازش ہی ہے

گاڑی اپنی منزل یعنی کراچی پہنچنے والی تھی اور اس کے ساتھ ساتھ ان دونوں نوجوانوں کی سوچ بھی اپنی منزل یعنی حق کو سمجھنے اور قبول کرنے کیلیے تیار ہوچکی تھی جس کا اندازہ مجھے ان کے جانے سے پہلے گرمجوشی کے ساتھ ملنے اور رابطہ نمبر لینے سے ہوا